مختار ٹونکی: بحیثیت طنز و مزاح نگار

ریسرچ اسکالر:
سلطانہ فاطمہ انصاری،
کوٹہ یونیورسٹی،
کوٹہ، راجستھان

نگراں:
ڈاکٹر نادرہ خاتون
لیکچرر اردو، گرمنٹ آرٹس گرلس
کالج کوٹہ، راجستھان

ملخص

اردو ادب میں ابتداء ہی سے طنز مزاح کے نقوش ملتے ہیں۔ اس کے ابتدائی نقوش ہم کو داستانوں، اودھ پنچ اخبار اور غالب کے خطوط میں ملتے ہیں۔ بعد ازاں طنز و مزاح نگاری کا وسعت عطا کرنے میں احمد شاہ پطرس بخاری، عظیم بیگ چغتائی، رشید احمد صدیقی فکر تونسوی، کنہیا لال کپور، کرشن چند، مجتبیٰ حسین، مشتاق احمد یوسفی وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔

موجودہ دور میں طنز و مزاح کی اس روایت کے امین بن کر مختار ٹونکی دنیائے ادب میں اس کی بقا اور تسلسل کے لیے کوشاں ہیں جن کا تعلق بھی ٹونک ہی سے ہے۔ اس صنف میں انھوں نے اعلیٰ ترین اور بہترین نمونے پیش کیے ہیں۔

مختار ٹونکی کی پہچان ایک طنز و مزاح نگار کی حیثیت سے ہے۔ جس طرح ان سے قبل مشتاق احمد یوسفی نے اپنے مزاحیہ مضامین کے ذریعہ دنیائے ادب میں عالمی سطح پر ایک مقام حاصل کیا ہے اور قبولیت عام اور بقائے دوام کے دربار میں جگہ بنائی ہے۔ اسی طرح سے مختار ٹونکی نے بھی اپنے صلاحیت کے ذریعہ طنز و مزاح نگاری کے میدان میں اپنا ایک مقام پیدا کیا ہے۔ انھوں نے سماج کے مختلف موضوعات پر قلم اٹھایا اور طنز و مزاح کے تیر چلائے ہیں۔ انھوں نے عہد جدید کے فکری تقاضوں اور جد جہد کو اپنے ذاتی تجربات، مشاہدات اور احساسات کو سامنے رکھ کر پیش کیا ہے۔ ان کی تحریروں میں کلاسیکی رنگ بکھرا پڑا ہے۔ اسی لیے وہ اس کے اظہار کے لیے بیانیہ اسلوب کے ساتھ سادہ اور عام فہم زبان کا استعمال کرتے ہیں۔ وہ منتخب مواد اور موضوع لے کر اس کے واقعات کا

بیان بڑے ہی دلچسپ انداز میں کرتے ہیں۔

انسانی زندگی میں خوشی اور غم دونوں پہلو نمایاں طور پر شامل ہوتے ہیں۔مگر انسان غموں پر خوشی کا ترجیح دیتا ہے۔کیونکہ غم واضطراب کی کیفیت انسان کے اندر الجھن اور نا آسودگی پیدا کرتی ہے وہیں مسرت بھرے لمحے اور ہلکی سی مسکراہٹ سے انسان غم بھول جاتا ہے۔اسی لیے انسان کی زندگی میں مسرت اور خوشی کی بڑی اہمیت ہے۔مزاح ایک فطری احساس ہے جو کہ مسرت اور خوشی کے احساسات پر منحصر ہوتا ہے۔وہیں شدید طنز کی کیفیت بھی انسانی مزاج کا احاطہ کرتی ہے مگر ادب میں اگر خالص طنز ہو تو وہ بوجھل ہو جاتا ہے اور خالص مزاح بھی انسان کو اکتا دیتا ہے۔اگر ادب میں طنز کے ساتھ ساتھ مزاح کو بھی شامل کر دیا جائے تو اس کے قاری میں لطف اندوز ہونے کے ساتھ ساتھ اس پر غور وفکر کرنے کے بھی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔

طنز ومزاح کی تاریخی حیثیت پر اگر غور کیا جائے تو اردو ادب میں ابتداء ہی سے طنز مزاح کے نقوش ملتے ہیں۔اس کے ابتدائی نقوش ہم کو داستانوں میں ملتے ہیں مگر ان کی عبارت مقفیٰ اور مسجع ہوتی تھی اس میں فقرہ بازی طعن وتشنیع زیادہ اور ظرافت کے نمونے کم ہی ملتے ہیں۔غالب کے خطوط اور اودھ پنچ اخبار نے طنز مزاح میں سادگی کا استعمال کر کے اس کو فروغ دیا۔بقول وزیر آغا:

> ''اودھ پنچ نہ صرف اردو کا پہلا طنزیہ اخبار تھا بلکہ اس نے اردو میں پہلی بار مغرب کے طنز ومزاح کے حربوں کا استعمال کیا دوسرے یہ کہ سیاسی اور مجلسی مسائل پر بھی بھر پور طنز کا آغاز اودھ پنچ سے ہی ہوتا ہے۔''
>
> (اردو ادب میں طنز مزاح وزیر آغا ص۔۳۶۸)

طنز ومزاح نگاری کو وسعت عطا کرنے میں احمد شاہ پطرس بخاری، عظیم بیگ چغتائی، رشید احمد صدیقی فکر تونسوی، کنہیا لال کپور، کرشن چند، مجتبیٰ حسین، مشتاق احمد یوسفی وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔مشتاق احمد یوسفی (جن کا بھی ٹونک سے تعلق تھا) نے طنز مزاح کو بین الاقوامی سطح پر شہرت عطا کی۔موجودہ دور میں طنز ومزاح کی اس روایت کے امین بن کر مختار ٹونکی دنیائے ادب میں اس کی بقا اور تسلسل کے لیے کوشاں ہیں جن کا تعلق بھی ٹونک ہی سے ہے۔اس صنف میں انھوں نے اعلیٰ نمونے پیش کیے ہیں جن کے لیے ان کے مجموعوں کا مطالعہ ناگزیر ہے۔

مختار ٹونکی کے پانچ مجموعے منظر عام پر آ چکے ہیں۔جو کہ پوری طرح سے طنز ومزاح اور انشائیوں پر مشتمل ہیں۔بالفاظ دیگر وہ تمام طنشائیوں پر دلالت کرتے ہیں۔انھوں نے اپنے انشائیوں کو طنز ومزاح کے ساتھ ملا کر ایک نئی صنف ایجاد کی ہے اور وہ ہے طنشائیہ یعنی اپنے طنز کو انھوں نے انشائیے کی چاشنی میں لپیٹ کر دیا ہے تا کہ قاری کو گراں بھی نہ گزرے اور وہ اپنے مقصد میں بھی کامیاب ہو جائیں۔ان کے مجموعے مندرجہ ذیل ہے۔

اوٹ پٹانگ ۱۹۹۴ء،لغویات ۲۰۰۱ء،خرافات ۲۰۱۵ء،مزخرافات ۲۰۱۷ء،ہفوات ۲۰۲۰ قابل ذکر ہیں۔

مشتاق احمد یوسفی کے ہم وطن ہونے کے وجہ سے مختار ٹونکی بھی طنز و مزاح میں ان کے معتقد نظر آتے ہیں اس ہم وطنی اور اعتقاد کے ساتھ ساتھ دوسری خوبی مسعود اختر یہ بتاتے ہیں کہ

''دونوں ہی مزاح میں ہزل ،تضحیک ، تذلیل ،پھکڑ بازی ،رکیک ، پوچ ،فحش اور ادق گوئی سے سخت پرہیز کرتے ہیں ۔ تیسری صفت ان کی یہ ہے کہ دونوں ہی شگفتہ طنز ، خالص مزاح ، فکاہت ،تعریض ،لطیفہ ،ایجاز ، رعایت لفظی ، پیروڈی بذلہ سنجی ، خاکہ ، شوخ بیانی ،کلکاری ، کے ستھرے ذوق سے قاری کو مسکرانے کی ہمت دیتے ہیں خزاں کے دور میں جو مسکرا نہیں سکتے وہ لطف فصل بہاراں اٹھا نہیں سکتے''

(ماہنامہ شگوفے ،مضمون مختار ٹونکی جن کے سر ہے طنز و مزاح کی کلاہ افتخار مسعود اختر ص ۴۵)

اس اقتباس سے مختار ٹونکی کی طنز اور ظرافت کے تعلق قدر اور تعین کیا جاسکتا ہے کہ انھوں نے کس طرح فراخ دلی اور خوش اسلوبی کے ساتھ اپنی جادو بیانی کا ثبوت دیا ہے۔

طنز و مزاح نگاری کو اگر چہ ادب میں دوسرے درجے کا ادب سمجھا جاتا ہے، پھر بھی اس کے اہمیت و افادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے اس کا اندازہ ہم رونالڈ ناکس (Ronald knox) کے اس فقرے سے لگا سکتے ہیں کہ مزاح نگار خرگوش کی طرح بھاگتا ہے لیکن طنز نگار کتوں کے ساتھ شکار کھیلتا ہے۔

(اردو ادب میں طنز و مزاح ،وزیر آغا ص ۴۸)

اس بات کی وضاحت مختار ٹونکی صاحب اپنے مجموعے ''اوٹ پٹانگ'' کے ابتدائیہ میں اس طرح کرتے ہیں کہ

''ہم نے دونوں میدانوں میں چھلانگ لگائی ہے یعنی رونالڈ ناکس کے مطابق خرگوش کے ساتھ بھاگے ہیں اور کتوں کے ساتھ شکار بھی کھیلا ہے اور وزیر آغا کے لفظوں میں ہر دو طرح ہنسنے کی پریکٹس بھی کی ہے''

(اوٹ پٹانگ ،ابتدائیہ ،ص ۱۱)

مختار ٹونکی کا مقصد صرف طنز کرنا ہی نہیں ہے بلکہ سماج میں پھیلی بے اعتدالیوں اور ناہمواریوں کو بھی ظاہر کرنا اور ان کی اصلاح کرنا ہے۔ان کی نثر میں کاٹ کرنے کا مقصد انحطاط اور ناسازگاری کا اختتام کر کے سماج میں خوشی و انبساط ،محبت اور خلوص اور فرحت و مسرت کی فضاؤں کا غلبہ کرنا ہے۔ ان کے مضمون ''اختلاف زندہ باد'' مذہب کے نام پر ہونے والے اختلافات کی رنگارنگی کو ظاہر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ:

''کہیں ہر ہر مہادیو ہے تو کہیں گھنشیام ہے پھر دو چار نہیں ، دس بیس نہیں ۔خدا نظر

بدسے بچائے پورے تینتیس (۳۳) کروڑ دیوی دیوتا ہیں۔شومئی قسمت یہ ایک ایک دیوتا بھی اکثریت کے حصے بخرے میں نہیں آتا ہے خوردونوش اور لباس و پوشاک کو دیکھو کہ رسم ورواج کے آئینے میں جھانکو یہاں بھی اختلاف کی جھلکیاں ملیں گی کوئی گھاس پوس کھا رہا ہے تو کوئی روٹی بوٹی اڑا رہا ہے۔ادھر دال باٹی چورما ہے تو ادھر انڈا مچھلی قورمہ ہے۔اس کے علاوہ ایک دوسرے اقتباس میں بھی ان کی طرز اسلوب پر نگاہ ضروری ہے طرفہ یہ ہے کہ یہاں کی اقلیت بھی اختلاف کا شکار ہوگئی ہے۔بہتر (۷۲) فرقوں کا سجا ہوا بازار ہے۔شیعہ اور سنی میں جوتم پیزار ہے تو بریلوی، دیو بندی میں کشتم پچھاڑ ہے۔ارے یہ کون چلایا میں سنی ہوں۔ارے یہ کون ڈکارا میں جماعتی ہوں۔علماء کی اپنی اپنی ڈفلی اپنا اپنا راگ ہے گرچہ ان کے ہاتھ میں قوم کی ٹوٹی پھوٹی باگ ہے۔

(مضمون اختلاف زندہ باد، خرافات۔ص ٦٧)

مختار ٹونکی ایک طبیب کی مانند ہیں۔جو ہمارے معاشرے اورعوام میں موجود نفرت اور اختلاف کو درست کرنے کے لیے قلم کو نشتر بنا کر جراحی کا کام لیتے ہیں اور بیماری کا سدباب یوں بھی کیا جاتا ہے۔ انھوں نے زندگی کا مطالعہ اپنے گہرے مشاہدات اور تجربات کی روشنی میں کیا ہے۔سماج کی تمام تر برائیوں، خامیوں اور کمزوریوں کو اپنی تحریر میں پرکھا اور برتا ہے۔انھوں نے اپنے موضوعات کا مواد سماج کے افراد کی زندگیوں سے اخذ کیا ہے۔ایک ادیب کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ ہر دم چوکنا رہے اور وہ سماج کی اصلاح کا کام انجام دے سکے اور لوگوں میں وہ احساس پیدا کر سکے کہ وہ اپنی کمزوریوں کا علاج کر سکے۔

موصوف نے اپنی طنز ومزاح نگاری میں اپنے عہد کی صورت حال کا بھی بیان کیا ہے۔انھوں نے زندگی کے مختلف پہلوؤں کا احاطہ کرتے ہوئے زندگی کے معمولات اور واقعات کو اپنے طنز کا نشانہ بنایا۔ہر ادیب اپنے عہد کا ترجمان ہوا کرتا ہے۔اور اس کی تحریر میں اس کے عہد کی جھلکیاں صاف طور پر نظر آتی ہیں جو اپنے عہد کی ترجمانی کرتی نظر آتی ہیں۔

اسی طرح رشوت ہمارے سماج میں ایک گرگٹ کی طرح سے ہے جو ہر وقت اور ہر جگہ ہمارے سامنے الگ الگ رنگ روپ میں ہمارے سامنے آتا ہے۔کہیں ڈونیشن کے نام پر تو کہیں کمیشن کے نام پر تو کہیں ایڈجسمنٹ کے نام پر رشوت لی جاتی ہے۔انھوں نے رشوت کے مختلف کے طریقوں کا جزیوں نکالا ہے۔''ر'' سے روپیہ''ش'' سے شکرانہ''و'' سے وظیفہ اور''ت'' سے تحفہ''ن'' سے نذرانہ اس کی جیتی جاگتی مثالیں ہیں اس طرح کی مثالوں کے ساتھ رشوت کا دوسرا پہلو بھی دکھاتے ہیں کہ:

''اگر آپ کسی مندر میں قدم رکھتے ہیں یا کسی بزرگ کے مزار مقدس کی زیارت کریں تو آپ کو دوشیزۂ رشوت کا جمال دل افروز دیکھنے کو مل جائے گا بھگت جن اور عقیدت مند جو بھینٹ چڑھاتے ہیں وہ خالص دیسی گھی کی طرح خالص رشوت ہے، بھگوان کو بھوگ مفت میں نہیں دیا جاتا ہے اور پیر فقیر کی تربت پر کوئی چڑھاوا بغیر منت کے نہیں ہوتا ہے۔''

(مزخرافات۔مضمون رنگہائے رشوت۔ص ۱۷)

''پیٹ اور پلیٹ'' میں انسانی زندگی کی مجبوریوں اور روزگار کے کھیل پر جو طنز کیا ہے وہ یہ ثابت کرتا ہے کہ سماج کتنا پچھڑا ہوا ہے:۔

''یہ پیٹ ہی تو ہے جو اتاشی کو بھی راشی بنا دیتا ہے اور نادار کو زردار کے قدموں میں ڈال دیتا ہے۔ عورت اپنی حرمت و عصمت بیچتی ہے تو پیٹ کی خاطر۔۔۔۔آپ ہمیں بتائیں کہ لوگ قومی سطح پر بھکاری کیوں بنے ہوئے ہیں اور ہمیں سمجھائیں کہ کچھ لوگ بین الاقوامی سطح پر کھلاڑی کیوں بنے ہوئے ہیں۔ یہ چیریٹی چندہ وندہ کیا ہے؟ سب پیٹ کا گورکھ دھندہ ہے۔ یہ نذرانہ چڑھاوا کیا ہے۔ پیٹ و پلیٹ کا بلاوہ ہے''۔

(پیٹ اور پلیٹ،مزخرفات،ص ۴۵)

مختار ٹونکی نے اپنے مجموعوں میں اردو ادب کے کینوس پر اپنے طنز کے تیر چلائے ہیں اور اردو ادب کی کساد بازاری کا بھی اپنے مضامین میں اچھوتے انداز سے تذکرہ کیا ہے۔ مثلاً چلو فیکٹری میں ادب تخلیق کرنے کا ٹائم ہو گیا ہے۔

میں ایک یونیورسٹی میں پروفیسر ہوں لیکن دنیائے شاعری میں قد آور ہوں اور پورا مست قلندر ہوں۔ شہر شہر میں نعرہ ہے شریر بندر ہمارا ہے پروفیسری تو پیشہ ہے شاعری میں پیسہ ہے یونیورسٹی سے غائب رہتا ہوں مشاعروں میں حاضر رہتا اور چند شعر سناتا ہوں ہزاروں روپے کماتا ہوں۔خوب وارے نیارے ہیں اور شاعری میں پو بارے ہیں، قطب شمالی پر ہو آیا ہوں وہاں بھی جھنڈے گاڑ آیا ہوں، مجھ سے اچھا کون ہے میرا جیسا کون ہے؟ میں میں میں''

(ادب برائے ڈبل روٹی۔لغویات۔ص ۱۰۷)

پطرس بخاری نے ''کتے'' لکھ کر اردو ادب کو کتے سے روشناس کرایا تو مشتاق احمد یوسفی نے ''آب گم'' سبز مانا ہری اور مزہ میں کتے کی مختصر سی سوانح عمری بیان کی ہے۔ مختصر یہ کہ اردو ادب میں کتے پر کئی ادیبوں نے لکھا

ہے موصوف نے بھی اپنے مجموعے لغویات میں بھی ''دوپیروں کے کتے'' لکھ کر اشرف المخلوقات اور کتوں کا موازنہ کیا ہے۔

''آج دوپیروں کے کتوں کا دور دورہ ہے ان کی پرورش اور پرداخت کے لیے سرکار نے جگہ جگہ ڈاگ ڈپارٹمنٹ کھول رکھے ہیں ۔۔۔۔ قدرت نے تو پالتو کتے پیدا کئے لیکن حکومت نے فالتو کتوں کی بھی فوج کھڑی کر دی ہے۔''

(دوپہر کے کتے۔لغویات۔ص۴)

مختار ٹونکی نے اپنی تحریروں میں پیروڈی اور تحریف نگاری سے بھی استفادہ کیا ہے۔ جو دلچسپی سے بھرپور ہونے کے ساتھ مزاحیہ پہلوؤں میں اپنی بات کے واضح کرنے کے لیے بھی اضافہ کرتے ہیں۔ جس کو پڑھ کر قاری بغیر مسکرائے نہیں رہ سکتا ہے۔ اس ضمن میں درج ذیل اشعار ملاحظہ ہوں:

ہزاروں سال آٹا اپنی بے قدری پہ روتا ہے بڑی مشکل سے پایا ہے تو ے روٹی بن رتبہ

نان ہے تو جہان ہے پیارے

صرف مرغی پہ منحصر نہیں غالبؔ بیضہ مخصوص سب کا ہی مدور ہے

ڈھونڈو گے ہمیں کونوں کونوں ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم

یہ ان کی خوبی ہے کہ وہ بے تکی باتوں میں بھی تک پیدا کر کے قاری کی توجہ اپنی طرف کر لیتے ہیں۔ جہاں پر وہ الفاظ کے الٹ پھیر سے مزاح پیدا کرتے ہیں وہیں پر وہ عربی و فارسی کے الفاظ، مثالیں اور محاوروں کے استعمال سے اپنی تخلیقات میں حسن پیدا کرتے ہیں۔ موصوف اپنے مضامین کے عنوانات میں بھی اسی طرح کی تبدیلی سے مزاحیہ عنصر پیدا کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر:

حی علی الفلاح ۔ حی علی المزاح (مزاحیہ)

دریں چہ شک بلکہ سوبار دریں چہ شک

ٹی۔وی بنام بیوی، خط لکھیں گے گرچہ مطلب کچھ نہیں

ماڈرن قصائی، خدا کی پریشانی، دوپہر کے کتے، مویشیائی ادب

پاپائے اردو، نیکر راج، ٹرک چھاپ شاعرے، پڑوار دو کھود و گھاس

مختار ٹونکی نے خاکے کے فن میں اپنی مہارت دکھائی ہے۔ ان کے مزاحیہ فن پارہ میں خاکوں کی جھلک نظر آتی ہے۔ مگر انھوں نے کم ہی خاکے لکھے ہیں۔ اپنے پہلے مجموعے ''اوٹ پٹانگ'' میں انھوں نے اپنے ایک دوست کا خاکہ لکھا تھا مگر اس مزاح کو نہ سمجھ سکے اور ان سے ناراض ہو گئے۔ مختار صاحب نے اس کا نام بدل کر اپنے

مجموعے میں پیش کیا۔انھوں نے اپنے مجموعے میں ''گل پوشی خزاں رسیدہ گلزار کی'' کے عنوان پر شگفتہ انداز میں قلم اٹھایا ہے۔ان کے ایک خاکہ کا اقتباس درج ذیل ہے:

> ''یہ جغرافیہ کی بات بھی آپ نے خوب کہی۔کسی زمانے میں ان کے حلیہ شریف پر جغرافیہ کی اصطلاح فٹ بیٹھی ہوگی۔اب تو وہ جغرافیہ اور آثار قدیمہ میں گڈ مڈ ہوکر رہ گئے ہیں دیکھو تو زمانے کے سرد و گرم چشیدہ اور گرگ باراں دیدہ نظر آتے ہیں قریب جاؤ تو مرد میزار اور خزاں رسیدہ بہار معلوم ہوتے ہیں۔نہ عوج بن عوق طرح لمبے تڑنگے اور نہ ہی ازمنہ قدیم کے بونوں کی طرح کوتاہ جسم اور پستہ قد۔گورے چٹے بھی نہیں ہیں کہ جو دیکھے فریفتہ ہوجائے اور اتنے کالے کلوٹے بھی نہیں کہ افریقہ کے حبشیوں کی یاد آئے۔سانولے سلونے گل محمد کے بیٹے گلزار احمد خان کامن ناؤن کی طرح سے بس ایک واجبی واجبی سے انسان ہیں۔
>
> (اوٹ پٹانگ گل پوشی خزاں رسیدہ گلزار کی،ص۔۹۹۔۱۰۰)

اسی طرح سے انھوں نے ایک مضمون 'خرافات' میں ''مولانا راکٹ'' کے عنوان سے لکھا ہے۔جس میں خاکہ کی جھلک نظر آتی ہے۔اشارے کنائے میں انھوں نے کسی شخص کے اوصاف مولانا راکٹ کے نام سے تحریر کیے ہیں:۔

> ''مولانا راکٹ ویسے تو واقعی مولانا ہیں فارغ التحصیل،سند یافتہ،شرعی پجامہ ہولڈر اور باقاعدہ ڈاڑھی دار امور شرعی اور مذہبی مسائل سے خبردار پہلی بار اگر کوئی ان سے مشرف بہ دیدار ہوتو کہہ نہیں سکتا کہ وہ کوئی مضحکہ خیز قسم کے آدمی ہیں۔بس ہر کام میں ان کی چیتے جیسی پھرتی آدمی کو چونکاتی ہے۔وہ اتنی تیزی سے اٹھک بیٹھک اور چلت پھرت کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ گمان ہوتا ہے کہ کوئی کٹھ پتلی کسی کی انگلیوں کے اشارے پر ناچ رہی ہے۔''
>
> (خرافات مولانا راکٹ۔ص۔۱۹۱)

مختصر طور پر یہ کہ مختار ٹونکی اردو ادب میں طنز و مزاح نگاری میں بلند مقام رکھتے ہیں۔وہ انسانی نفسیات پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ان کا عمیق و وسیع مطالعہ ان کے فن کارانہ مہارت کو ظاہر کرتا ہے۔ان کے مضامین طنز کا تیکھا پن نہیں ہے نہ ہی لہجے میں تلخی کا احساس ہوتا ہے۔وہ ہلکے پھلکے انداز میں مزاح پیدا کرنے میں ماہر ہیں۔

☆☆☆